رجسٹرڈ ایل نمبر ۱۰۹۳

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ

چھپا دست ہمت میں زور قضا ہے
مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے

اخبار الحکم

چیف ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

قیمت سالانہ ۵

قادیان دارالامان مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۲۰ء

جلد (۲۳)
نمبر (۴)

فہرست مضامین

عراق عرب میں آئینی نظام کی تعمیر

ایک امیر کی تلاش

عراق کی جغرافی اصطلاح سے محض وہی خطہ زمین مراد نہیں جو دجلہ و فرات کے درمیان واقع ہے بلکہ وہ تمام ترکی علاقہ اس میں شامل ہے جسپر عارضی صلح کی شرائط کی رو سے عراق عرب کی سپاہ متصرف ہے یعنی بصرہ بغداد و موصل کی ولائتیں شاندار فتوحات نے اس قدر وسیع علاقے کے نظم و نسق کا بوجھ برطانیہ کے ذمہ ڈالدیا ہے کہ اسے مجبوراً خطہ العرب کی محدود زمین سے باہر قدم بڑھانا پڑا ہے۔ لیکن موجودہ صورتیں

اسکے سوائے چارہ کچھ بھی نہیں کہ بصرہ و بغداد اور موصل کا وسیع حصہ کسی ایک حکم بردار طاقت کے ماتحت رکھا جائے ترکوں نے تمام ہر آوردہ لوگوں کے نشان مٹا دیئے ہیں عراق عرب میں ایک خاندان بھی ایسا نہیں جس سے حکمران انتخاب کیا جا سکے تمام شیوخ کے دل میں اس تجویز سے بیدلی پیدا ہو جاتی ہے کہ ان میں کسی کے سپرد عنان حکومت کیجائے۔ نومبر ۱۹۱۸ء میں ہر ایک قبیلہ کے لوگوں کے سامنے تین سوال پیش کئے گئے تھے

کیا برطانوی نگرانی میں ایک عرب ریاست موصل کے شمال سے لیکر خلیج فارس تک قائم ہونی چاہیئے؟ کیا اس ریاست کا امیر ہونا چاہیئے؟ اور ریاست عراق کی امارت کے لیے کون شخص موزوں ہوگا؟ سوائے دو درخواستوں جن پر علی الترتیب ۵۴ اور ۱۴۳ اشخاص کے دستخط ہیں۔ اور جنھوں نے شریف مکہ کے کسی لڑکے کے ماتحت خود مختار مسلمان عربیہ ریاست کی تجویز پیش کی ہے باقی سب نے عرب امیر کے انتخاب سے پہلوتہی کی ہے۔ ڈھائی کروڑ کی آبادی میں سے ۲ کروڑ اہل قبائل ہیں جو سب اسی خیال پر متفق ہیں کہ عرب امیر کی ضرورت نہیں ہم ذیل میں ایک جواب سے اقتباس نقل کرتے ہیں جس پر ۲۷۱ قبائلی شیوخ کے دستخط ہیں:۔

" ہم شروع سے سنتے آئے ہیں کہ عراق تین ولائتوں

دی انوار احمدیہ پریس میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی چیف ایڈیٹر اخبار ہذا پروپرائٹر و پرنٹر و پبلیشر کے چھپا۔

بصرہ بغداد اور موصل پر مشتمل ہے اس کا دار الخلافہ بغداد رہا ہے۔ بغداد کی موصل سے آبپاشی ہوتی ہے اور وہیں کا سامان خوراک بغداد سے ملتا ہے ہم کبھی گوارا نہیں کر سکتے کہ عراق کو ولایت موصل سے علیحدہ کر دیا جاوے۔ ابتدائے اسلام میں جب امیر معاویہ اور حضرت علیؓ دونوں کے درمیان لڑائی ہوئی تو شام کا علاقہ امیر معاویہ کے پاس تھا۔ اور عراق مع موصل حضرت علیؓ کے زیر اقتدار تھا۔ یہی کافی دلیل ہے ✤

عراق کے لیے عرب امیر کے تقرر کی تجویز ہماری عزت افزائی کا موجب ہے۔ اور اس کے لیے ہم آپ کے دل سے ممنون و احسان مند ہیں لیکن یہ تجویز عراق عام مفاد کے مطابق نہیں کیونکہ ہمیں عراق میں ایک آدمی نظر نہیں آتا جو وفاداری اور دیانت کے جذبہ سے پاک ہو اگر ہم میں تہذیب تو عرصہ سے داخل ہوئی ہوتی تو ہم اس عہدہ کے لیے کوئی آدمی پا سکتے۔ جہالت کا یہاں عام دور دورہ ہے۔ اگر ہم سے کوئی امیر بنایا گیا تو امارت اس کے ہاتھ میں کھلونہ بن جائیگی۔ اگر آپ امیر مقرر کرنے پر مصر ہیں۔ تو چند سال توقف کیجئے۔ جب آپ عراق اور الجزیرہ کا نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لے لینگے تو آپ خود فیصلہ کر سکینگے۔ کہ امیر کو۔ یمن یا شام کس جگہ سے منتخب کرنا چاہیئے۔ اگر امیر آل سعدن میں سے لیا گیا تو سادات بصرہ کہیں گے کہ وہ اس شرف کے واسطے موزوں تر تھے۔ اسی طرح بغداد۔ موصل اور الجزیرہ کے لوگ معترض ہونگے اور ہم مرتے دم تک اس قضیہ کا فیصلہ نہ کر سکیں گے پس ہمارے لیے بہتری اسی میں ہے کہ یہ مسئلہ کچھ عرصہ تک نہ چھیڑا جائے ہم برطانیہ عظمیٰ سے خواستگار ...... ہیں۔ کہ وہ عراق کے لیے کوئی انتظام کرے۔ آپ رعایا پر مہربانی کرنے کے لیے مشہور ہیں۔ خاص کر عربوں کے ساتھ آپ کا بہت اچھا سلوک ہے۔ جنگی موجودہ اور گذشتہ کیفیت سے آپ بخوبی آگاہ ہیں۔ سب سے آخر میں ہماری التجا ہے کہ عراق کے معاملات سر پرسی کاکس کے زیر نگرانی رہنے چاہئیں۔ جن کے ساتھ ہمیں دلی محبت ہے۔ اور دوران جنگ میں جن سے ہمیں سوائے انصاف۔ مہربانی۔ شفقت اور نیکی کے جو عمدہ حکمرانی کی صفات ہیں اور کسی بات کا تجربہ نہیں ہوا ہم برطانوی گورنمنٹ سے درخواست کرتے ہیں کہ انہیں ہمارے پاس عراق میں واپس بھیجدیں ہم عرب قوم کے ساتھ ان کی محبت اور ہمدردی کا پورا پورا اعتراف کرنے سے قاصر ہیں۔ اس معاملہ میں ہم برطانوی گورنمنٹ کی معدلت گستری پر بھروسہ کرتے ہیں" ✤

یہ تحریر شاید غیر معمولی معلوم ہو حالانکہ یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔ اس قسم کی درخواستوں کی چھپی ہوئی ایک ضخیم کتاب موجود ہے۔ جس سے ملک کے اتفاق رائے کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اختلاف فقط بصرہ اور بغداد کے آفندیوں اور ترکی افسروں نے کیا ہے جن کی زندگیاں ترکی دفتری اقتدار سے وابستہ ہیں اور جو نئے نظام میں اپنے لیے کوئی بہتری نہیں دیکھتے۔

مخالفانہ درخواستیں ایک فرد جو عربی کے انتخاب کی مخالفت کی جا رہی ہے۔ اور دوسری طرف سر پرسی کاکس سفیر متعینہ طہران کو عراق کا حاکم مقرر کرنے کے لیے بڑے ذوق سے اصرار کیا جا رہا ہے۔ ۱۶۰ شیوخ کے دستخطوں سے ایک خط میں بتایا گیا ہے کہ اس ذمہ داری کے عہدہ پر کسی عرب کا انتخاب موجودہ صورت میں ناممکن ہے کیونکہ اسوقت ہمارے درمیان کوئی آدمی اس منصب کے قابل نہیں اب تک ہم جہالت کے مقام پر بیٹھ کر تاریکی کے سایہ میں ٹٹولتے رہے ہیں۔ اس لیے ہم مدت تک اس امر کے اہل نہیں ہوں گے کہ اپنے لیے حکمران منتخب کر سکیں کم از کم اس وقت تک تو ہم میں اہلیت پیدا نہیں ہو سکتی جب تک ہم سرچشمہ علم کی لذت سے آشنا نہ ہوں ہم جہالت کی کیچڑ سے باہر نکل رہے ہیں۔ اور بخود ہی تاریکی سے علم اور آگاہی کے ممبر پر چڑھ رہے ہیں"

چار سو شرفا، تجار اور زمینداروں نے لکھا ہے "ہم برطانوی گورنمنٹ کو اپنا حکمران تسلیم کرتے ہیں۔ ہم کوئی حکومت نہیں چاہتے۔ کیونکہ ہم برطانوی حکومت کی انصاف پسندی اعلیٰ نظم و نسق اور علم پروری سے آگاہ ہیں۔ وہ رعایا مذہبی طریقوں سے کوئی سروکار نہیں رکھتی ہم برطانوی گورنمنٹ سے ملتجی ہیں کہ وہ بصرہ سے موصل تک تمام علاقے کو ایک ولایت میں شامل کرلے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ساری ولایت کا حاکم سر پرسی کاکس کو مقرر کیا جاوے۔ کیونکہ ہم ان کی اعلیٰ انتظامی قابلیت نیک سلوک اور عراق کے حالات سے کماحقہ واقفیت کے قائل ہیں۔

اہل تشیع کی آواز کربلا کے قبائلی شیوخ یوں رقمطراز ہیں:۔ جو بیٹیاں عرض پرداز ہیں کہ اپنے نکتہ خیال سے ہمنے برطانوی حکومت میں اتفاق پذیری کا تجربہ کیا ہے۔ ہمارے معاملات بخوبی طے ہو رہے ہیں اور ہمیں سب طرح عافیت حاصل ہے ہماری پیداوار میں افزونی اور سڑکوں کی اچھی حالت پہلے دور حکومت میں بالکل نہ پائی جاتی تھی۔ بس ہم نہیں چاہتے کہ ہم پر کوئی بادشاہ مقرر کیا جائے بلکہ کوئی قابل آدمی جو حکومت کا اہل ہو مقرر ہونا چاہیئے۔ اس منصب کیلئے ہمارے خیال میں سر پرسی کاکس خوب موزوں ہیں۔ عراق کی حدود کی متعلق ہم چاہتے ہیں کہ یہ ولایت موصل شمال سے خلیج تک ایک ہی منضبط ملک ہو۔

آئینی نظام کا آغاز آئینی نظام کی ترکیب و نشوونما میں خاص احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ موجودہ حکمران کے منصب کے لیے کوئی آدمی نہیں۔ بلکہ گورنمنٹ کے اعلیٰ عہدوں کو پر کرنے کے لیے بھی کوئی شخص نظر نہیں آتا پہلے تو تمام ذمہ دار افسر ترکی ہوا کرتے تھے اور کسی اچھے عہدے پر کوئی عرب نظر نہیں آتا تھا۔ تعلیم دار طاقت کے نئے ذریعے ضرور کچھ مدت کے بعد ایک طاقتور قوم پیدا ہو جائیگی۔ لیکن اسوقت تو اسے نچلی طرف سے نظام حکومت اور ملکی مجالس بنانے کی ضرورت پڑے گی موجودہ عراق عرب کے لیے جہاں کثیر حصہ آبادی کا قبیلوں پر منقسم ہے۔ لیجسلیٹو اسمبلی کا افتتاح ہو تو فی ہوگی لیکن عملی طور پر ایسا کرنا ناممکن ہوگا۔ ایک تجویز مرتب کی گئی ہے جس کے ذریعے چار یا پانچ سال بعد لیجسلیٹو اسمبلی حاصل ہو جائے گی۔ شب کی انضمام جہاں جہاں جنگ کی وجہ سے درہم برہم ہو گیا تھا پھر مرتب کر دیا گیا ہے اور بڑے بڑے شیوخ کو اہل قبائل کے عمدہ چلن کے لیے ذمہ دار قرار دیا گیا ہے۔ قبیلے مطمئن ہو گئے ہیں اور امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے ہیں ✤

پنجاب پبلسٹی کمیٹی لاہور

مدرسہ تعلیم الاسلام میں لیکچروں کا سلسلہ

کل میں سلسلہ کے اخبارات کے فائلوں سے تاریخی اقتباسات نکال رہا تھا میرے سامنے الحکم سنہ ۱۹۰۱ء کا فائل کھلا ہوا تھا۔ گویا میں آج سے ۱۹ سال قبل کی سیر کر رہا تھا میری آنکھوں کے سامنے وہ مسجد تھی جس میں چند آدمی جری اللہ فی حلل الانبیاء کو اپنے جھرمٹ میں لیکر بشکل بیٹھا کرتے تھے۔

جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کے شروع ہونے کے ساتھ ہی مدرسہ تعلیم الاسلام کی زندگی کے لیے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نئی سے نئی تجاویز سوچیں میں الحکم کو پڑھ رہا تھا اور نوٹ کر رہا تھا کہ میرے دل میں معاً یہ گزرا کہ افسوس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدرسہ کیلیے جن جن تجاویز کو سوچا تھا ہماری قوم نے اُن پر عمل درآمد نہ کیا۔

مجھے بہت ہی افسوس ہوا اور میں نے عزم کر لیا کہ اسی اشاعت میں مدرسہ کی نسبت ایک مضمون لکھوں گا۔ جس میں بتاؤں گا کہ حضرت مسیح موعودؑ نے کیا کیا سوچا اور ہمنے کہاں تک عمل درآمد کیا۔

مگر خدا کے فضل اور کرم نے ہمکو ایک ایسے خلیفہ کے سپرد کیا ہے جس کی ساری کوششیں اور توجہ اسطرف ہے کہ مسیح موعود کے مونہہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہوں۔ آپ نے مدرسہ تعلیم الاسلام میں ایک لیکچروں کا سلسلہ جاری کر دیا۔

اس سلسلہ کو حضرت مسیح موعود نے جنوری سنہ ۱۹۰۱ء میں شروع کروایا تھا چنانچہ پہلا لیکچر ۲۸ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو حضرت مخدوم الملۃ مولوی عبد الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیا اور دوسرا لیکچر حضرت سیدنا خلیفۃ المسیح اول نے ۴ فروری کو دیا

یہ سلسلہ ایک سال تک جاری رہا اور پھر بند ہو گیا۔ ۱۸ سال تک یہ بند پڑا رہا۔ مدرسہ بچپنے سے نکل کر عالم شباب کو بھی پہنچ گیا۔ مگر اس امر کی طرف کسی نے توجہ نہیں کی۔

آخر یہ کام خدا کے مقرر کردہ خلیفہ ثانی سے شروع کرا دیا۔ چنانچہ آج ۲۲ جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے پہلا لیکچر مذہب کی ضرورت بیان کے عنوان سے دیا۔

یہ خدا کی قدرت ہے کہ آج سے ۱۸ سال قبل جبکہ پہلا لیکچر ہوا آپ طالب علم تھے مگر آج ۱۸ سال بعد ایک قوم کے امام ایک نبی کے خلیفہ ہو کر بچوں میں زندگی کی روح پیدا کرنے کے لیے لیکچر دے رہے ہیں۔ خدا نے چاہا تو اب یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ (انشاء اللہ) آپ نے تجویز فرمایا ہے کہ ہر ماہ میں ایک لیکچر ہوا کرے۔ اور پھر ان کا امتحان بھی ہو۔ فی الحال تین سال کا کورس مقرر کیا ہے یعنی ۳۶ لیکچر مقرر فرمائے ہیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپکے بچے اس میں شامل ہوں تو اس وقت کو غنیمت سمجھو اور ان کو اس مدرسہ میں داخل کرو۔

لیکچر کی نسبت کوئی عام اطلاع نہ تھی اسلیے میں حاضر نہ ہو سکا۔ برادرم مولوی ظہور حسین صاحب فارغ التحصیل مدرسہ احمدیہ نے اسکا مفہوم لکھکر بھیجدیا ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔ (محمود احمد)

مذہب کی ضرورت

میں چاہتا ہوں کہ یہاں کے طلبا کو جو قادیان میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اپنے مذہب یعنی اسلام سے ایک نظام کے ماتحت واقف کیا جائے اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہاں درس ہوتے ہیں اور لڑکوں کو بعض ہمارے بڑے بڑے لیکچراروں سے تقریریں سننے کا موقع وقتاً فوقتاً ملتا رہتا ہے۔ مگر وہ اس لیے کافی نہیں ہوتے کہ جو تعلیم مذہب کے متعلق طلبا کو دینی زیادہ ضروری ہے اس سے وہ اسطرح اُن درسوں و لیکچروں سے جو وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں مستفید نہیں ہو سکتے ہیں۔ ایک بات بعض دفعہ افرادی طور پر تفصیل کے ساتھ لڑکوں کو معلوم ہو جاتی ہے مگر وہ مجموعی حیثیت کے لحاظ سے اور اس لحاظ سے بھی کہ مجمل طور پر اگر ان سے پوچھا جائے تو ناآشنا ہوتے ہیں۔ مثلاً اگر ایک کو وفات مسیح کے مسئلے پر خوب واقفیت ہے۔ مگر اس سے یہ سوال کیا جائے کہ اسلام ہوتا کیا ہے تو وہ بیان نہ کر سکے گا اور مجمل طور پر اس طرح کہ مثلاً اگر ایک مکان کے رہنے والے سے جو کہ مدت سے اپنی زندگی بسر اس میں کرتا ہے۔ پوچھا جائے کہ اس کی کیا صورت ہے تو وہ اتنا وضاحت سے ہرگز نہیں تبلا سکے گا۔ جتنا کہ وہ شخص جو اُسکے مکان کا نقشہ کھینچتا ہے کیونکہ اس کی نظر اُن باریک باتوں کی طرف پڑے گی۔ جنکو کہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے اور مکان میں رہنے والا ان باتوں کو نظر انداز کر جائے گا۔

سو میں چاہتا ہوں کہ طلباء کو اس سے واقفیت کرائی جائے۔ اور اسطرح پر کرائی جائے کہ اصولاً ان کو ان باتوں پر اچھی طرح آگاہ کیا جائے جتنا کہ ایک مذہبی آدمی کے لیے جاننا ضروری ہے اور پھر لڑکوں سے امتحان میں پوچھا جائے اور ڈیبیٹ ہوا کریں جن میں کہ لڑکوں سے مطالبہ کیا جائے کہ ان تقریروں سے انھوں نے کیا فائدہ اٹھایا اور اس کی ہمیں اسلیے طبعی ضرورت ہے کہ ایک انتظام کے ماتحت اگر ایک چیز کی جائے تو وہ زیادہ اپنے اندر لوگوں کی توجہ کو کھینچنے والی ہوتی ہے سو اسکے لیے تین سال کا کورس بنایا جائے سمجھیں کہ ہر ماہ ایک لیکچر ہو۔ اور اسطرح چھتیس لیکچر تقسیم کر کے ہر ایک آدمی کو جو سلسلہ سے خوب واقفیت رکھتا ہو دیا جائے اس غرض کو پورا کرنے کے لیے مسیح موعود نے آج سے ۱۸ سال پیشتر یہ انتظام کیا تھا۔ اور اس میں حضرت خلیفہ اول و مولوی عبد الکریمؓ و مولوی سرور شاہ صاحب نے لیکچر بھی دیئے مگر پھر ۱۶ سال تک یہ طریق بند رہا

سو آج میں پھر اس کو شروع کرتا ہوں۔ اور آج صرف اسی قدر ہی بتلاتا ہوں کہ پہلے اسکے اس پر نظر کیجائے کہ اسلام سچا ہے۔ اور اس کے یہ یہ دلائل ہیں۔ دیکھنا چاہیئے کہ مذہب کی ضرورت کیا ہے آیا مذہب ہونا بھی چاہیئے یا نہیں۔ ہر شخص جانتا ہے کہ انسان دو چیزوں سے بنا ہے۔ جسم۔ روح۔ جسم کے لیے غذا کی ضرورت کو ہم دیکھتے ہیں۔ اور مہیا کرتے ہیں۔ اسی طرح ہم کو روح کے لیے بھی ایک غذا کی ضرورت ہے۔ اس کے لیے بھی ایک قانون کی ضرورت ہے اور وہی مذہب ہے اسکو سمجھانے کے لیے بہت سی وضاحت کی ضرورت ہے سو ہم کو مذہب کے ثابت کرنے کے لیے پہلے روح کے ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی۔ وہ کیا چیز ہے؟ کس سے پتا لگ سکتا ہے؟ کہ اس کی یہ طاقتیں ہیں سو یہ ایک طویل مضمون ہوگا۔ جس کو تم سے اکثر طلباء سمجھ بھی نہ سکیں گے۔ سو میں روح جسم سے مذہب کی ضرورت کو بیان نہیں کرتا بلکہ ایک سوتا طریقہ ہے۔ جس سے اسکا پتہ آسانی سے لگ سکتا ہے وہ یہ کہ ہر ایک یہ مانتا ہے اور جانتا ہے کہ انسان میں باقی تمام چیزوں سے فرق ہے انسان حیوان سے بہت فرق رکھتا ہے۔ اور حیوان و غیر حیوان میں بہت فرق ہے۔ جسطرح انسان کو حیوان سے زیادہ طاقتیں دیگئی ہیں۔ جیسے ایجاد کی طاقت علم میں ترقی کرنے کی طاقت۔ کیونکہ حیوان ہمیشہ ایک چیز سے مختلف ایجادیں نہیں کر سکتا۔ اور اسکو دوسروں پر ممتاز بنایا ہے ایسا ہی اس کو کچھ ذمہ داریاں دیگئی ہیں۔ جیسے کہ اوروں کے جذبات کا خیال رکھنا۔ اور اُن کے احساسات کی طرف خیال رکھنا۔ اور اُن چیزوں کو جو فطرۃً انسان کے اندر رکھی ہوئی ہیں عمل میں لانا۔ ان کا استعمال کرنا شفقت غصہ ہے رحم ہے یہ فطرتی چیزیں ہیں انسان پر یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ان کے استعمال کرنے کے موقع بتلائے۔ کیونکہ یہ چیزیں تو فطرتی ہیں۔ جیسے ایک بہت چھوٹا بچہ۔ جس کی بالکل تنہائی میں

پرورش ہو یا ایک بھوّ رے میں اسکے لیے کھانا کھلایا جائے۔ تو وہ جب بڑا ہوگا۔ اور اُس کو یکدفعہ کوئی مارنے لگے گا تو فوراً اُس کا مقابلہ کرے گا۔ اور اُس کو مارے گا۔ یہ اُس کو غصہ آجانا ایک فطرتی امر تھا جو اسکے دماغ میں رکھا گیا تھا۔ سو ہر انسان معلوم کر سکتا ہے کہ اسکے اندر دو طاقتیں ہیں (۱) ظاہری طاقت (۲) مخفی طاقت اور ان ہر دو میں ہر ایک یہ بھی جانتا ہے۔ کہ مخفی طاقت زیادہ قیمتی ہے (اسوقت میں روح کا صاف طور پر نام نہیں لیتا صرف مخفی طاقت کہکر سمجھاتا ہوں) کیونکہ اگر کسی سے یہ کہا جائے تمہاری یا تو دونو ٹانگیں کاٹی جاتی ہیں یا تمکو پاگل بنایا جاتا ہے۔ مگر وہ یہ نہ کہے گا کہ مجھ کو پاگل بنا دو ہاں یہ کہدیگا کہ ٹانگیں کاٹ دو۔ سو اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص بادشاہ ہو جاتا ہے ایک مفلس ہی رہتا ہے۔ ایک بڑی حکومت کا مالک ہو جاتا ہے۔ مگر ایک ... ہوتا ہے تو اس کو نیچے کیا جاتا ہے۔ ... اسکی کیا وجہ ہے؟ یہی ہے کہ وہ مخفی طاقت ہے اور عقل ہے کہ جس کو انسان کام میں لاکر ادنیٰ سے اعلیٰ اور نہ کام میں لاکر اعلیٰ سے ادنیٰ ہو جاتا ہے۔ جسطرح ظاہری چیز (یعنی جسم) کے لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اس کے واسطے قانون بنے ہوئے ہیں۔ مثلاً ایک اتنا کھانا کھانے والا اپنی صحت کو اچھی طرح پر رکھ سکتا ہے۔ اور زیادہ کھانیسے یہ نقصانات ہیں۔ یا یہ کہ اگر پیٹ میں درد ہے تو فوراً اُسکا علاج کیا جاسے گا۔ اسی طرح ضروری ہے کہ اس مخفی طاقت کے لیے بھی جو زیادہ قیمتی ہے تو اُسکے لیے بھی کوئی قواعد و قانون ایسا ہونا چاہیئے جس سے کہ وہ اس مخفی طاقت کو زیادہ کام میں لانا چاہیئے اور جس سے کہ انسان ترقی کرے۔ پس وہ قواعد ہی مذہب ہیں اور اسی کا نام مذہب ہے۔ مذہب کے لیے صحیح لفظ اسلام میں دین ہے اور اسکے صحیح معنی

جزاؤ سزا کے ہیں۔ مذہب کا یہ نام بھی اس دین کے معنی اسے فی الحال مناسبت رکھتا ہے۔ وہ یہ کہ جزاؤ سزا چاہتی ہے کہ بعض ایسے کام ہوں جنکے نتیجے میں سزا ہو اور بعض ایسے ہوں جنکے نتیجہ میں انعام۔ پھر مذہب کے معنی راستے ہیں تو گویا جسطرح سڑک ایک انسان کو تبلاتی ہے کہ آگے کوئی شہر آنے والا ہے جو اس پر چلے گا وہ پہنچ جائے گا۔ اسی طرح اس راستہ پر چلنے والا ایک جگہ پہنچتا ہے جو کہ وہ مقام ہے جو جنت کا ہے اسکے بعد دعا پر جلسہ برخاست ہوا +

نظم

رقم دیں مسجد لندن کو گروہ۔ کچھ تو میں کہدوں
جزاہ اللہ۔ انھیں مولا جزا دے یوم آخر کی۔
بنائینگے مسیحا کے حواری ہے یہ وہ مسجد
بفضل اللہ جماعت ہوگی واں محمود و ناصر کی
ثواب صدقہ جاری کا پھر موقعہ نہ آئے گا۔
نکالو زر صدا ہی بس یہ غائب اد حاضر کی۔
دیا ہے اس میں چندہ کھول کر دل ہم غریبوں نے
عنایت مہربانی ہمیہ ہے اللہ قادر کی۔
ہماری نیتیں خالص ہیں لاکر قبول ان کو
دعا ہے خادم محمود عاجز کرم صابر کی

خدا کے فضل سے لندن میں اب مسجد بنائینگے
وہاں پر ہر طرف ہم احمدی بڑھیں سنائینگے
وہاں جب نعرہ اللہ اکبر کا لگائینگے
تو کفر و شرک اور تثلیث کے قلعے اڑائینگے۔
جری اللہ کے خادم ہیں ہماری ہمتیں عالی
ولایت کیا۔ امریکہ کو ہم مسلم بنائینگے۔
مٹا کر ہم وہاں تثلیث و کفارہ کو اے صابر
خدا کے فضل سے توحید کا سکہ بٹھائینگے

علی احمد صابر ساکن دولمیال
متعلم مدرسہ احمدیہ قادیان

توسیع اشاعت میں کوشش فرمائیں

ثبوتِ ملٰئکہ

یہ ایک مدرسہ احمدیہ کے ایک طالب علم کا مضمون ہے جو میں اسکی حوصلہ افزائی کے لیے درج اخبار کرتا ہوں (محمود احمد)

ہر ایک بات ثابت کرنے کے لیے دنیا میں دو طریق استعمال کیے جاتے ہیں (اول) یہ کہ انسان جس بات کا مدعی ہو اُس کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرے مثلاً ہم کہیں کہ فلاں جگہ آگ ہے اور ہم منکرین پر ثابت کرنے کے لیے یہ دلیل دیں کہ چونکہ وہاں سے دھواں نکل رہا ہے اسلیے یہ معلوم ہوا کہ وہاں آگ ہے۔ تو اس طریق کو طریق عقلیہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (دوم) یہ کہ ہم بات عقل کی رو سے ثابت کریں یا نہ کریں۔ لیکن ہم اُس بات کے سچا ہونے کا ثبوت ذریعہ نقل پہنچا دیں۔ مثلاً ہم یہ کہیں کہ خدا موجود ہے اور اس کے ثابت کرنے کے لیے ہم یہ دلیل پیش کریں کہ چونکہ تمام انبیاء۔ اولیاء۔ علماء اور اکثر عوام اس بات پر متفق ہیں کہ خدا موجود ہے۔ تو اس دلیل کا نام دلیلِ نقلی ہوگا۔

اور اب اسوقت ہمارے مدنظر صرف مسئلہ وجود ملائکہ ہے تو اس کے ثبوت کے لیے بھی ہم کو ان ہی دو طریقوں کو استعمال کرنا چاہیئے۔ سو پہلا ذریعہ یہ ہے کہ ہم عقلاً یہ بات ثابت کردیں کہ فرشتے موجود ہونے چاہیئیں یا نہیں اسکے متعلق ہماری عقل ہمکو اس بات کی طرف ہدایت کردی ہے کہ چونکہ انسان ایک محدود ہستی ہے۔ اور اس کا خالق یعنی خدا تعالیٰ محدودیت سے پاک ہے۔ گویا دو جنسیں ہیں۔ (۱) انسان جو کہ ہر ایک کمزوری اور ناطاقتی کا وارث ہے (۲) جوان دو جنسوں کا باہم تعلق جو کہ خالق مخلوق ہونے کی وجہ سے آپس میں ہونا چاہیئے کیونکہ اس نے اس عالم کو بے غرض تو پیدا نہیں کیا۔ جیسا کہ ربنا ما خلقت ھذا باطلا سے ظاہر ہے بلکہ ایک غرض کیلیے پیدا کیا ہے جو کہ اس آیت میں بیان کی ہے کہ وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون یعنی انسان کے پیدا کرنے کی یہ غرض ہے۔ کہ وہ اپنے آقا و مالک خالق خدا کی عبادت کرلے جیسا اس دنیا کو اس نے عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ تو اب ضروری ہے کہ ان کے درمیان کوئی ایسی ہستی واسطہ ہو۔ جو کہ انسان سے یعنی محدود کے ساتھ بھی اور خدا سے یعنی غیر محدود سے تعلق رکھے۔ کیونکہ خدا کا انسان کے پاس آنا یہ ایک محال بات ہے جسطرح ایک بادشاہ کبھی فقیر کو بھیک دینے خود نہیں آتا۔ بلکہ کچھ نوکر مقرر ہوتے ہیں جو یہ کام کرتے ہیں۔ اسی طرح اس احکم الحاکمین کے ہاں بھی ضرور انسان تک اسکی بات پہنچانے کے لیے بھی کوئی وسیلہ ہونا ضروری ہے تو وہ وسیلہ فرشتوں کا وجود ہے۔ میں یہ لکھ چکا ہوں کہ خدا کا نبی کے پاس آنا اپنا کلام وغیرہ بتلانے کے لیے محال ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ ایک آدمی فرشتوں سے ترقی کرکے خدا تک پہنچ جائے جیسا کہ نبیوں وغیرہ سے ہوتا ہے۔ تو اب عقلاً بھی فرشتوں کا وجود ہونا ضروری ہے۔ اب نقل سنیئے۔

بڑے بڑے مذاہب تین ہی ہیں۔ ہندو عیسائی مسلمان۔ ہندو اگرچہ فرشتوں کے نام سے تو منکر ہیں لیکن درپردہ وہ فرشتوں کو مان رہے ہیں کیونکہ وہ اپنے دیوی دیوتا کو وہ اوصاف دیتے ہیں جو کہ قریباً فرشتوں کے صفات ہیں۔ باقی عیسائی تو صاف صاف روح القدس وغیرہ فرشتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ باقی مسلمانوں کے ہاں تو مسلمان بننے کے لیے فرشتوں کو تسلیم کرنا ازحد ضروری ہے الغرض یہ نقلاً بھی ثابت ہوتا ہے کہ فرشتے ضرور ہیں۔

مشاہدہ گواہ ہے کہ فرشتے موجود ہیں۔

اور پھر فرشتوں کے وجود پر مشاہدہ بھی گواہ ہے کیونکہ ہم نے دیکھا ہے کہ باوجود مسلمان تھوڑے ہوتے تھے پھر کفار کے بڑے لشکر اور بااسلحہ گروہ کیسے غالب ہو جاتے تھے مثلاً جنگ بدر ہی کو ہی لیلو جس میں کفار ۱۰۰۰ تھے اور مسلمان صرف ان کے تہائی تھے۔ تو وہ پھر کیا چیز تھی جو مسلمانوں کو فتح و نصرت دیتی تھی۔ بس وہی فرشتوں کی ہستی تھی جنکو حکم تھا فثبتوا الذین آمنوا۔ کہ مسلمانوں کو مضبوط دل بناؤ۔ پھر فرمایا کہ واذ تستغیثون ربکم فاستجاب لکم انی ممدکم بالف من الملٰئکۃ یعنی جب مسلمان خدا تعالیٰ سے مدد چاہتے تھے تو اس وقت اس نے جواب دیا کہ میں ہزار فرشتے تمھاری مدد کو بھیجتا ہوں تو پھر وہی فرشتے ہی تھے کہ جنھوں نے تین سو کے مقابلہ میں ہزاروں کو شکست فاش دی۔ اور ان کو یہ کہنا پڑا کہ آئندہ سال لڑینگے۔ اگر اس سے بھی فرشتے ثابت نہیں ہوتے تو پھر دنیا کی بہت سی چیزوں کا انکار کرنا پڑے گا۔ جو جو مشاہدہ سے ثابت ہوں۔

تحریک سے ثبوت

دنیا میں جبہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک فعل کا فاعل ہونا ضروری ہے۔ خواہ وہ فعل لازم ہو یا متعدی اسی طرح ہر ایک مصنوع کا کوئی صانع ہوتا ہے اور ہر ایک تحریک کا کوئی محرک ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہمارے دل میں جبکہ ہم ایک گندہ مجلس میں بیٹھے ہوئے ہیں نماز کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ باوجودیکہ وہ موقع اس کے برعکس تحریک پیدا کرنیوالا ہوتا ہے۔ اور اسیطرح جب آدمی کے دل میں نماز پڑھتے ہیں گندی تحریک پیدا ہوجائے تو ضروری ہے کہ ان دونوں تحریکوں کا کوئی محرک ہو۔ جیسے کاغذ کے دیکھنے سے ہمکو یقین ہو جاتا ہے کہ ضرور کوئی اسکا بنانے والا ہے تو پہلی تحریک دینے والے کا نام اسلامی اصطلاح میں ملائکہ ہے اور دوسری تحریک کا محرک شیطان پکارا جاتا ہے پس انسان کے دلمیں جو نیک تحریک ہوتی ہے وہ فرشتوں کے ذریعہ ہی سے ہوتی ہے۔ تو ثابت ہوگیا فرشتے موجود ہیں۔

اب یہ کہ فرشتے کیا کام کرتے ہیں۔ اور ان کیلئے بھی کوئی شریعت ہوتی ہے یا وہ افضل ہیں یا انسان یہ سب ایک اور مستقل مضمون ہیں اسلیے اسی پر اکتفا کرتا ہوں

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

خاکسار

اللہ دتا طالب علم جماعت چہارم مدرسہ احمدیہ قادیان

عراق عرب میں احمدیہ مشنز کی تجویز!!

اس جنگ کے دوران میں کئی ہزار پادری عراق عرب میں اپنا کام کرنے کے لیے گئے وہ سب کے سب یا ان کا اکثر حصہ ڈاکٹر بن کر گیا تھا۔ چنانچہ ہندوستان سے وائی۔ ایم۔ سی مشن اسی غرض کے لیے گیا۔ امریکہ اور دیگر ممالک سے بھی اسی غرض کے لیے ڈاکٹر پادری بغداد وغیرہ پہنچے۔ عراق عرب مسلمانوں کا ایک مقدس حصہ ملک ہے جس قدر اہل اللہ اس زمین میں مدفون ہیں اسکی نظیر دوسری جگہ کم ملتی ہے۔

دنیاوی طور پر مسلمانوں کی زبردست خلافت عباسیہ جس کے سایہ تلے دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ پانچ سو برس سے زائد رہا جس کا مشہور شہر بغداد آج تک عمل کی زبان زور رہا۔ جسکے دریائے دجلہ میں کسی وقت محض سیر کے لیے ستر ہزار کشتی چلتی تھی۔ جس میں نہانے کے دو لاکھ کے قریب حمام تھے جسکے ایک حصہ میں دس ہزار مسجدیں تھیں۔ اتنا عظیم الشان اسلامی شہر۔ آج اسلام چھوڑ رہا ہے۔ پادری بڑی سرعت کے ساتھ وہاں اپنا کام کر رہے ہیں۔ اگر اس طرف جلد توجہ نہ ہوئی تو اندیشہ ہے کہ پچاس ساٹھ سال ہی میں مسلمانوں کے گھروں سے اسلام نکل جائیگا۔ اور عیسائیت ڈیرے لگا لیگی۔ اللہ اکبر کی آواز سنائی نہ دی گی۔ اور گرجوں کے گھنٹے لوگوں کو خوش کرینگے۔

آہ! اس تصور سے بھی بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اس لیے ضرورت ہے کہ جلد سے جلد اپنے ان غریب بھائیوں کی مدد کی جائے اور ان کو عیسائیت سے بچایا جائے۔ آج مسلمانوں میں جس قدر کام ہماری جماعت کر رہی ہے وہ کوئی چھپی بات نہیں۔ کل آپ سالانہ جلسہ کے اخراجات سے فارغ ہوئے ہیں اور ساتھ ہی آپنے مسجد احمدیہ لنڈن کی خبر سن لی اور

ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہو گیا کہ امریکہ میں ایک مشن کھولا جائیگا عنقریب کیونکہ صرف جہاز کا انتظار ہے۔

اب یہ اور خوشی کی خبر ہے کہ ہمارے لیے عراق اور عرب میں بھی کام کرنے کا موقع مل گیا ہے

بغداد کے احمدی دوستوں نے ایک تار حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت دی ہے کہ ہمارے لیے جلد مشنری روانہ کریں۔ یہاں میدان بہت وسیع ہے۔ انھوں نے ڈیڑھ ہزار روپیہ اسکے اخراجات کیلئے جمع کر لیا ہے۔ اور وہ چاہتے ہیں کہ عراق عرب میں مشن جلد کھولدیا جائے۔

پس ہمکو اپنی کمریں اور کس کر باندھ لینی چاہئیں۔ کیونکہ محنت کا وقت اب آرہا ہے۔ اور یہی دن ہیں کام کرنے کے۔ پس اسوقت جبکہ دنیا بڑی تیزی کے ساتھ قدم اٹھا رہی ہے۔ اگر ہم نے ذرا سستی کی تو ہم پیچھے رہجائینگے پس ہمکو خوش ہونا چاہیے کہ ہم خوش قسمت ہیں کہ خدا ہمکو موقع پر موقع دے رہا ہے۔ ہماری ترقیوں کے لیے ہر ملک میں راستے کھل رہے ہیں۔ پس خدا نے خود سامان پیدا کر دیے ہیں اس سے فائدہ اٹھانا ہمارا کام ہے۔

مالابار میں احمدیت کی گذشتہ تاریخ

۱۹۰۹ء کے واقعات میں آپکے سامنے رکھ چکا ہوں جس سے آپ کو یہ معلوم ہو چکا ہو گا کہ ۱۹۰۹ء میں ایک طوفان بے تمیزی ہی مچا رہا۔ جسکی وجہ سے احمدیان کنانور کو کنانور سے ہجرت کرنی پڑی تھی اور دوسرے مقاموں میں پناہ گزیں ہونا پڑا۔ کنانور کو احمدیوں سے خالی دیکھکر دشمن احمدیت بہت خوش ہو گئے۔ کہ اب ہم کامیاب ہو گئے

اور ہم نے احمدیت کو مٹا دیا۔ میں اسقدر لکھنا بھول گیا کہ ان دنوں میں لڑکوں کے کھیلنے کے لیے اگر کوئی شغل تھا تو یہی تھا کہ وہ ایک دوسرے کے بازو کو پکڑ کر اور ہاتھ میں ہاتھ لیکر کودتے اچھلتے اور قادیان۔ قادیان قادیان کے نعرے لگاتے۔ اسی حالت میں اگر ان کو کوئی احمدی نظر پڑ گیا۔ پھر تو مزا ہو گیا۔ کیونکہ خود قادیان ہی سامنے آگیا۔ اسکے پیچھے تالیاں بجنے لگیں۔ قادیان قادیان کی آوازیں تالیوں کے ساتھ نکل رہی ہیں۔ پتھر پھینکے جا رہے ہیں اور کوئی کوئی خبیث گوبر اور پان کی پیک تک مونھ پر پھینک دیتا۔

ایک دوست کی نسبت سنا کہ وہ ان شیاطین سے بچنے کے لیے سمندر میں دور تک اتر جایا کرتے تھے اور جب یہ ہٹ جاتے اور کم ہو جاتے تو نکلا کرتے تھے۔ ۱۹۱۰ء احمدیوں نے کنانور سے باہر گزارا اور کبھی ایک آدھ دن کے لیے آتے جاتے بھی تھے۔ کچھ جوشش ٹھنڈے ہو گئے اور تکلیف آگے کی نسبت کم ہو گئی

سنہ ١٩١١ء

١٩١١ء میں ایم - ابراہیم صاحب کی شادی اپنے بھنوئی کے گھر میں کنانور ہی میں منعقد ہوئی۔ شادی کے لیے کہ ایم - ابراہیم صاحب سیٹھ پالیم سے کنانور میں آئے - لیکن جب قاضی صاحب کو نکاح خوانی کے لیے بلایا گیا تو انھوں نے صاف انکار کر دیا - اس انکار سے ابراہیم کے سب رشتہ دار حیران ہو گئے اور ان کو سخت تکلیف ہوئی - قاضی صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ نکاح کیوں نہیں پڑھتے تو انھوں نے کہا کہ وہ کافر ہے جب تک توبہ نہ کرے نکاح نہیں ہو سکتا - یہ سنکر ابراہیم نے کہا کہ گھبراؤ نہیں - میں توبہ نہیں کر سکتا - اور اپنے جسمانی رشتہ داروں کے لیے روحانی رشتہ دار نہیں چھوڑ سکتا - ہاں اگر تم خرچ کرو تو ایک پونڈ کا خرچ ہے - قاضی صاحب کو کہدو کہ وہ توبہ نہیں کرتا - مگر ہم آپ کو ایک پونڈ دیں گے - اگر آپ خطبہ نکاح پڑھدیں تو بہتر - ورنہ ہم کسی اور جگہ سے مولوی لے آئیں گے۔

آدمی قاضی صاحب کے پاس گیا اور ان کو ایک پونڈ کا پیغام دیا گیا - تب قاضی صاحب کے منہ میں پانی بھر آیا - اور کہا کہ اچھا ان لوگوں کو یہ کہدو کہ ابراہیم نے میرے سامنے توبہ کر لی تھی تب میں ہاں کہ گیا - مگر جب میرے بلانے کا وقت ہو تو ابراہیم کو میرے پاس بھیجنا - چنانچہ ایم ابراہیم صاحب بع بھن کنجی صاحب کے قاضی صاحب کو بلانے گئے - تب قاضی صاحب نے ابراہیم کو بٹھا کر مندرجہ ذیل باتیں کیں۔

قاضی صاحب تمہارے ایمان میں کوئی فرق ہے؟

ابراہیم صاحب - میرا ایمان وہی ہے امنت باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ الخ

قاضی صاحب - عیسیٰ کی حیات کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے۔

ابراہیم صاحب - فوت شدہ مانتا ہوں۔

قاضی صاحب - احمدیوں میں کوئی مولوی نہیں اس واسطے ہم گفتگو نہیں کر سکتے - اور اگر ہم تقریر کریں تو تم نہیں سمجھ سکتے۔

ابراہیم صاحب - انسان جب عاقل بالغ ہو تو تب شرع کا مکلف ہو جاتا ہے نہ مولوی ہونے سے - گفتگو مالاباری میں ہو گی نہ عربی میں اگر آپ عربی جانتے ہیں تو انگلش اردو اور مالاباری میں - اس لیے آپ سے زیادہ کلام کو سمجھتا ہوں - عیسیٰ علیہ السلام کی موت کی دلیل مانگو تو میں دینے کو تیار ہوں۔

قاضی صاحب - ہم ابھی نہیں مانگتے۔

ابراہیم صاحب - ایک رسالہ عربی مالاباری میں تیار کر رہا ہوں آپ کو دوں گا - تب بھن کنجی نے کہا کہ ہم تو قاضی صاحب کو بلانے آئے ہیں - بحث کرنے کے لیے نہیں آئے ہیں - قاضی صاحب آپ کیوں اس قسم کی باتیں پوچھتے ہیں تب قاضی صاحب چپ ہو گئے۔

تب دوسرے دن قاضی صاحب نے لوگوں سے کہدیا کہ ابراہیم توبہ کر گیا ہے اب ہم کو نکاح پڑھنے میں کوئی روک نہیں - اور نکاح پڑھ دیا۔

سنہ ١٩١١ء اس لحاظ سے احمدیوں کے لیے بھی مبارک ثابت ہوا کہ اس میں ایک احمدی کی شادی ہو گئی۔

اس سنہ میں دوسرا عظیم الشان واقعہ یہ ہوا کہ رانی جو کہ احمدیوں کی سخت دشمن تھی - وہ مر گئی - اور اسکا جانشین سلطان احمد علی راجہ تخت نشین ہوا اس طرح خدا نے اس سفاکہ اور ظالمہ کے ہاتھ سے احمدیوں کو موت کے ذریعے سے نجات دی۔

اسی سال میں ایک تیسرا اور واقعہ ہوا کہ ایم ابراہیم صاحب نے ایک رسالہ عربی مالاباری میں وفات مسیح پر لکھا اور ابن حسن کے نام سے شائع کیا - اس رسالہ کا تمام خرچ اے محمد کنجی صاحب نے دیا - جو ان تیرہ ١٣ اصحاب میں سے ہیں - اس کے شائع ہونے سے بہت مفید نتائج پیدا ہوئے اس رسالے نے دشمن کے کیمپ میں کھلبلی مچا دی - وہ ایسے ہراساں ہوئے کہ اس کام کے لیے کنانور کے علماء میں کوئی نظر نہ آیا اور پھر مولوی کنجی احمد ویلوری جو ١٩٠٥ء میں دو تھوڑے لیکر مباحثہ کے لیے آیا تھا - یاد آیا - اس کو کہا گیا کہ اس کی تردید میں رسالہ لکھو اس امر نے بتلا دیا کہ کنانور کے علماء اس عالمانہ رسالہ کا جواب لکھنے سے عاجز تھے اس رسالے کے بہت مفید نتائج نکلے - بہت سے اس کی وجہ سے سلسلہ میں داخل ہوئے - حتیٰ کہ جون ١٩١٩ء ایک خط ملاپالیسیٹ سے موصول ہوا جس میں لکھا تھا کہ وہ ڈیڑھ سو شخص اس رسالہ کو پڑھکر سلسلہ میں داخل ہوئے ہیں

یہ وہ بڑے بڑے واقعات ہیں جو ١٩١١ء میں ہوئے میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے ١٩١٢ء کا ذکر کروں آپ کو یہ بتلا دوں کہ یہ مباحثہ جو ١٩٠٥ء میں ہوا تھا کیوں ہوا؟ اور اس کی بنیاد کسنے رکھی جس کی وجہ سے ہمارے احمدی احباب کو اس قدر تکلیف ہوئی -

ایک شخص مسمی کویاکٹی (مالاباری ڈوبی) جسکا ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں وہ رنگون میں ایک مسجد اور مقبرہ کے لیے چندہ مانگنے گیا اس کا خیال تھا کہ اسی عبدالقادر اس کی مدد کریگا - مگر اسی عبدالقادر صاحب ایک غیر احمدی تھے انھوں نے اسکی طرف چنداں پرواہ بھی نہ کی - وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا - جس سے اس کو سخت صدمہ ہوا اور اس نے احمدیوں کو نقصان پہنچانے کا پورا ارادہ کر لیا - واپس آتے ہی خان بہادر رحمن کنجی حاجی سے جو کہ شہر کا بہت معزز رئیس تھا ملاقات کی - ان ہی دنوں خان بہادر کا ایک خالو مر چکا تھا اس نے کہا کہ رنگون میں کچالی عبدالقادر نے اسی عبدالقادر کو لکھا ہے کہ آپ کا خالو کفر کی موت مر گیا ہے - اسی طرح کے الفاظ کہکر خان بہادر کو بھڑکا دیا - خان بہادر غضبناک ہو گیا - اور اس نے عزم کر لیا کہ احمدیوں کو نقصان پہنچائے - اس لیے خان بہادر نے مولویوں سے ملکر مباحثہ کی بنیاد ڈالی اور اس مباحثہ کا بہانہ بنا کر احمدیوں کو تکلیف دی۔

(باقی پھر)

دار الامان کا ہفتہ

(۱) حضرت اقدس کی طبیعت اچھی ہے - آپ نے حضرت مسیح موعود کی سنت کے ماتحت مدرسہ تعلیم الاسلام میں مفید لیکچروں کی بنیاد رکھی -

(۲) راجہ سید محمد اکبر صاحب آف جہلم جو کہ جہلم کے ایک معزز خاندان کے ممبر ہیں - اور سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے عزیز ہیں - قادیان مورخہ ... کو تشریف لائے -

حضرت سے علیحدہ ملاقات کی حضرت نے ایک نہایت ہی عجیب تقریر بیان فرمائی جو کہ وفات مسیح - ختم نبوت - صداقت مسیح موعود پر مشتمل تھی -

صاحب موصوف نے لنڈن کی مسجد کیلیے سو روپیہ چندہ دیا - اور اچھے خیالات سے ساتھ واپس ہوئے -

(۳) خانصاحب ذوالفقار علیخاں آف رامپور ایک لمبی مدت کی رخصت حاصل کر کے تشریف لے آئے ہیں - امید کی جاتی ہے کہ آپ محکمہ نظارت میں کام شروع کریں گے

(۴) عراق عرب میں مشن بھیجنے کی تجاویز زیر غور ہیں -

اُمُور عامہ

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے پچھلے سال مختلف محکمہ ہائے نظارت قائم کئے تھے - منجملہ انکے ایک امور عامہ کا محکمہ بھی ہے - امور عامہ نہایت ہی مفید کام کر رہا ہے حضرت صاحب کے ارشاد کے ماتحت امور عامہ نے قادیان کی محلہ وار تقسیم کی ہے - اور ان میں ایک محلہ دار مقرر کیا ہے - ہر ایک محلہ دار کے فرائض میں سے ہے کہ وہ اس محلہ کے لوگوں کی اخلاقی دینی حالتوں کی نگرانی کرے

وہ اپنے محلہ میں اپنی جماعت کی طرف سے ایک وکیل اور منصف کی طرح ہوگا جب کوئی معاملہ اوپر دربار خلافت یا محکمہ ہائے نظارت میں پیش کرنا ہوگا تو وہ اپنے محلہ والوں کی طرف سے ایک وکیل کی مانند ہوگا -

اور جب کوئی جھگڑا آپس میں یا ناچاقی پیدا ہو جائے تو محلہ دار بحیثیت منصف کے ان کا فیصلہ اور انصاف کرے گا - اس کا فرض ہوگا کہ اپنے اپنے محلہ میں صلح اور آشتی کو پیدا کر کے آپس میں غائت درجے کی محبت پیدا کرے -

قوم کے بچوں کی نگرانی کرے - جو کہ آج کے بچے کل قوم بننے والے ہیں - میرے نزدیک امور عامہ بہت مفید کام کر رہا ہے - اور اس کے سیکرٹری سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب مبارک باد کے قابل ہیں - (باقی پھر)

حضرت خلیفۃ المسیح کا ایک خواب

میرے اپنے الفاظ میں

۲۵ تاریخ کو بعد نماز عصر بیان فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک مکان ہے اور اس میں آگ لگ گئی ہے - میں اس کو ایک جگہ سے بجھانے لگا ہوں تو اور کئی جگہ میں لگ گئی - وہاں سے بجھانے لگا ہوں تو بہت سی جگہ سے جل اٹھا ہے - تب میرے دل میں خیال آیا کہ اصل منبع بجھانا چاہیئے - تو میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹی سی جگہ ہے جہاں آگ لگی ہوئی ہے - جب میں نے اسکو بجھایا تو سب جگہ کی آگ بجھ گئی فرمایا کہ اسوقت دنیا میں ایک آگ لگی ہوئی ہے اور جیسی پھیلی ہوا ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم کوشش کریں گے [illegible] ... جو [illegible] ... دنیا کی سب نعمتیں موجود ہیں [illegible] اور اسکو نہیں [illegible] لوگوں

کی توجہ زیادہ تر خدا کی طرف تھی - مگر اب لوگ اسکو چھوڑ رہے ہیں - یہی وجہ ہے کہ ان کو باوجود مال و دولت کے خوشی نصیب نہیں اور بے چینی ہو رہی ہے پس سچا امن خدا کے ساتھ تعلق پیدا کرنے سے نصیب ہوتا ہے اس کی طرف حضرت مسیح کا یہ الہام اشارہ کرتا ہے ؎

امن است در مکان محبت سرائے ما -